⊙ غلام عباس

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، NCBA&E، ملتان / اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، مظفر گڑھ

⊙⊙ ڈاکٹر امتیاز حسین بلوچ

صدر شعبہ اُردو، انسٹی ٹیوٹ آف سدرن پنجاب، ملتان

ابراہیم جلیس: شہرۂ آفاق ترقی پسند ادیب

Abstract:

This article is about a world renowned writer 'Ibrahim Jalees'. He was born in an age when the Indian society had lost respect for human values. He raised his voice against the suffocated atmosphere to bring change in society. His writings are representative and interpreter of the masses. He was a true journalist. He raised his voice through his writings against poverty, unemployment, hunger and oppression. He wrote against imperialistic powers. Most of his writings are about the poor masses of Hindustan. After the establishment of Pakistan, the Muslims and the Hindus became rival of each other. The Muslims were persecuted during migration. Jalees has described the pathetic situation of Hindustan in his fictions. Jalees' writings are of high standard as far as the beauty of their subject matter is concerned. Jaleees had to go to jail for his revolutionary writings. Social issues are also mentioned in his writings. He tolerated the pains of jail but could not be bought. His creative ventures will always remain alive. While writing about the pains of aggrieved people, he himself fell a victim to oppressions. Jalees will always be remembered in Urdu literature and his fame will be everlasting.

Keywords:

Writer, Socialist, Progressive, Journalist, Oppression

بیسویں صدی میں ہندوستان میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور بیسویں صدی کے آغاز میں ادبی تحریکات کا آغاز بھی ہوا۔ رومانوی تحریک نے ادب کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا اور حقیقت نگاری کی تحریک نے زندگی اور اس کے گرد و پیش کو اہمیت دی۔ چنانچہ اس زمانے میں ہندوستان میں جو تحریکیں پیدا ہوئیں، ان میں غریب عوام کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا۔ ترقی پسند تحریک اپنے سماجی، فکری، تہذیبی اور ادبی اثرات کی بدولت ایک کامیاب تحریک تھی۔ اسی تحریک کی بدولت اُردو ادب میں فرسودہ اور پرانی اقدار کا خاتمہ ممکن ہوا۔ ترقی پسند تحریک کی ابتداء ہندوستان میں ناسازگار حالات میں ہوئی۔ تاہم بہت جلد اسے شہرت اور مقبولیت نصیب ہوئی۔

ترقی پسند تحریک کے بارے میں علی سردار جعفری رقمطراز ہیں:

> ''ادب اور آرٹ کو ان رجعت پرست طبقوں کے چنگل سے نجات دلانا ہے جو اپنے ساتھ ادیب اور فن کو بھی انحطاط کے گڑھوں میں دھکیل دینا چاہتے ہیں۔ ہم ادب کو عوام کے قریب لانا چاہتے ہیں اور اسے زندگی کی عکاسی اور مستقبل کی تعمیر کا موثر ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو ہندوستانی تہذیب کے بہترین عناصر کا وارث سمجھتے ہیں اور ان روایات کو اپنائے ہوئے اپنے ملک میں ہر طرح کی رجعت پسندی کے خلاف جدوجہد کریں گے اور ہر ایسے جذبے کی ترجمانی کریں گے جو ہمارے وطن کو ایک نئی اور بہترین زندگی کی راہ دکھائے۔''(۱)

ہندوستانی معاشرے میں انسانی قدروں کا احترام ختم ہو چکا تھا۔ افراد ذہنی الجھنوں کا شکار تھے۔ جاگیرداری نظام رائج ہو چکا تھا۔ معاشرہ کے افراد استحصال کا شکار تھے۔ انسانیت دم توڑ چکی تھی۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادیبوں نے معاشرے میں تبدیلی لانے کے لیے اس حبس زدہ فضا کے خلاف آواز بلند کی اور ترقی پسندانہ نظریات پر مشتمل ادبی شہ پارے تخلیق کیے۔ ان میں سبط حسن، فیض احمد فیض، احتشام حسین، جوش ملیح آبادی، سعادت حسن منٹو، اسرار الحق مجاز، ساحر لدھیانوی، ابن انشا، احمد ندیم قاسمی، عبادت بریلوی، عارف عبدالمتین، شوکت صدیقی، منیب الرحمٰن، حامد عزیز مدنی، ممتاز حسین، انور عظیم، ہاجرہ مسرور، اختر انصاری، قدوس صہبائی اور ابراہیم جلیس کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر قمر رئیس ترقی پسندوں کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''نومبر ۱۹۴۹ء میں لاہور میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کل پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کے کونے کونے سے مندوبین شریک ہوئے۔ روس سے تعلق رکھنے والے ادیبوں کا ایک وفد بھی کانفرنس میں شریک ہوا۔ اس کانفرنس کا اہتمام باغ جناح کے اوپن ائر تھیٹر میں کیا گیا تھا۔ یہ کانفرنس دو روز جاری رہی جس میں تنظیمی امور، قراردادیں اور دیگر فیصلوں کا اعلان کرنے کے علاوہ ایک شاندار مشاعرے کا انعقاد بھی شامل تھا۔ شرکاء کی تعداد بہت زیادہ تھی اور لوگوں میں بے پناہ جوش و خروش تھا۔ صوبے کی انتظامیہ بھی غافل نہیں تھی۔ مگر انجمن کے سرگرم کارکنوں کی نگرانی کرنے اور انہیں ڈرانے دھمکانے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کانفرنس کے دونوں سیشن کامیابی سے اختتام پذیر ہوئے۔''(۲)

ابراہیم جلیسؔ اُردو ادب میں ایک ایسا نام ہے جن کی تحریریں عوام کی نمائندہ اور ترجمان ہیں۔ آپ حق پرست صحافی تھے اور ہمیشہ سچ لکھتے رہے۔ جلیسؔ نے منافقت بھرے ماحول سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ آپ نے غربت، بے روزگاری، بھوک اور ظلم و ستم کے خلاف اپنی تحریروں کے ذریعے آواز بلند کی۔ آپ کی تحریروں کے پس پردہ دکھ اور مصائب زیادہ ہیں۔

سید ضمانت امام اپنے مضمون "مزدوروں کا آئیڈیل" میں رقمطراز ہیں:

''ان پُر رونق شاہراوں پر جہاں چہرے ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے ہیں وہاں جلیسؔ ہم جیسے بارونق چہروں کو پہچانتا اور خود پاس آ کر اس میں بے رونقی کی وجہ معلوم کرتا۔ خیریت پوچھتا اور جب اس طرح باتیں کر کے اپنے حوصلے اور عزم کا آئینہ دکھاتا تو زندہ رہنے کی ایک نئی آرزو، ایک نیا ولولہ اور آگے بڑھنے کا حوصلہ دل میں پیدا کرتا۔ اسے کتنا خیال تھا غریبوں کا، مزدوروں کا، استحصال زدہ طبقوں کا، مجبور اور بے آواز لوگوں کا۔'' (۳)

ابراہیم جلیسؔ اُردو ادب کے مشہور افسانہ نگار، سفر نامہ نگار، ڈرامہ نگار، مزاح نگار اور رپورتاژ نگار ہیں۔ آپ کا اصل میدان صحافت ہے جس میں آپ کو بہت شہرت ملی۔ جلیسؔ نے اردو نثر کی مروج ہر صنف میں طبع آزمائی کی اور کئی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ جلیسؔ کے افسانوں میں ترقی پسندانہ رجحانات پائے جاتے ہیں۔ آپ نے سامراجی طاقتوں کے خلاف لکھا۔ آپ کا پہلا افسانہ ''ماں'' وطن سے گہری محبت کے جذبے کے تحت لکھا گیا۔ آپ نے اگرچہ کم افسانے لکھے، لیکن ان کا معیار بلند ہے۔

ابراہیم جلیسؔ کے افسانوی مجموعوں میں ''زرد چہرے''، ''چالیس کروڑ بھکاری''، ''زمین جاگ رہی ہے''، ''کچھ غمِ جاناں کچھ غمِ دوراں''، ''آزاد غلام'' اور ''الٹی قبر'' شامل ہیں۔ جلیسؔ کے افسانوی مجموعوں میں شامل بیشتر کہانیاں ہندوستان کے غریب عوام کے متعلق ہیں، جو کئی صدیوں سے غربت کی چکی میں پس رہے تھے۔ اُن کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا اور وہ بنیادی سہولتوں سے بھی محروم تھے۔ معیشت تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ قحط کی وجہ سے مخلوق خدا کا برا حال تھا۔ غذائی اجناس نایاب ہو چکی تھی۔ جلیسؔ نے ان تمام حالات و واقعات کو اپنی کہانیوں کا موضوع بنایا۔

جلیسؔ کی کہانی نویسی کے بارے میں قاضی عبدالغفار رقمطراز ہیں:

''میں نے ان افسانوں میں ایک نوجوان جذبہ دیکھا جو جلیس کی جوانی کو ہندوستان کی سماجی زندگی کی تاریک گلیوں میں لے جا رہا ہے۔ ان گلیوں میں جہاں بھوک، احتجاج، مفلسی، اخلاقی اور مالی قنوطیت کے گندے چیتھڑوں میں اس کے ملک کی انسانیت لپٹی پڑی ہے۔ کسی نالی میں کسی بدرو میں ہماری سماج کے اس میلے اور بوسیدہ کفن کے دھبے نوجوان افسانہ نگار کو جہاں بھی نظر آئے، وہیں بے چین ہو گیا۔ سماج کے ان جھونپڑوں میں اس نے کہیں جنسی جذبات کی گھناؤنی تصویریں دیکھیں، کہیں غریبوں کی غیرت کی کوئی چنگاری چمکتے دیکھی، کہیں تعلیم یافتہ بے روزگاروں اور کہیں جاہل مزدوروں کے دلوں کے پردوں میں جھانکا اور جس لمحہ کوئی اثر پیدا ہوا۔ اسی لمحہ اپنے قلم کی

قوت اس اثر کے حوالے کردی۔ یہ میرے نوجوان دوست ابراہیم جلیس کی افسانہ نگاری
ہے۔''(۴)

قیام پاکستان کے بعد مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کے مخالف بن گئے۔ یہ دور ہندوستان کی تاریخ میں زبوں حالی کا دور تھا۔ ہجرت کے دوران مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، انسانیت دم توڑتی رہی۔ جلیس نے ہندوستان کی اس کرب ناک صورتحال کو اپنے افسانوں میں بیان کیا۔ ابراہیم جلیس کی صلاحیتوں کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقمطراز ہیں:

''ان کے اظہارفن کے سارے وسیلے آج کے دکھی اور مظلوم انسان کی آواز پر آواز لگاتے ہیں۔
اس کی ڈھارس بندھانے کو آگے بڑھتے ہیں۔ آنکھوں کے آنسو پونچھتے ہیں اور زخم دل کا مرہم
فراہم کرتے ہیں۔''(۵)

آپ کا افسانہ ''آزاد غلام'' ہندوستان کے پرآشوب دور کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ جلیس نے فلم انڈسٹری میں بھی اپنی قسمت کو آزمایا۔ ''آنچل'' فلمی کہانی لکھنے پر آپ کو ''نگار'' ایوارڈ دیا گیا۔ اور فلمی کہانی ''تہذیب'' کو روس کے فلمی میلے International Film Festival for Asian and African Countries کا پہلا انعام دیا گیا۔

ابراہیم جلیس اعلیٰ درجے کے ترقی پسند افسانہ نگار ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں ترقی پسندانہ رجحانات کی ترویج کی اور ان کی تحریریں ترقی پسند افسانے کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ اگرچہ جلیس کی کہانیاں تعداد میں کم ہیں لیکن موضوعاتی حسن کے حوالے سے ان کا معیار اعلیٰ ہے۔

ابراہیم جلیس نے اردو ادب کی تاریخ میں چند اچھے سفر نامے بھی یادگار چھوڑے ہیں آپ کے دو مطبوعہ سفرنامے ''نئی دیوار چین''، ''بنگال میں اجنبی'' اردو سفر نامہ نگاری کی تاریخ میں خوبصورت اضافہ ہیں۔ جلیس کا پہلا سفر نامہ ''نئی دیوار چین'' سفر چین سے متعلق ہے۔ آپ نے ستمبر ۱۹۵۱ء میں چین کا دورہ کیا۔ آپ نے چین میں چھ ہفتے قیام کے دوران گہرے مشاہدے کی بنا پر چین کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بیان کیا ہے۔ جلیس نے اس سفر نامہ میں نئے اور پرانے چین کی ترقی کا موازنہ پیش کیا ہے۔ جلیس کا دوسرا سفر نامہ ''بنگال میں اجنبی'' ہے۔ اس سفر نامہ میں جلیس کی مشرقی پاکستان کی سیاحت کے بارے میں خوبصورت یادوں کا ذکر موجود ہے۔ اس سفر نامہ میں جلیس نے اپنے مشاہدات کو خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں نائب امریکی صدر لنڈن بی جانسن نے پاکستان کا دورہ کیا اور ابراہیم جلیس کو امریکہ آنے کی دعوت دی۔ جلیس نے امریکہ کا سفر کیا اور اپنے چار ماہ امریکہ میں قیام کے دوران وہاں کی سیر وسیاحت کے تجربات اور مشاہدات کو مرتب کیا۔ اس سفرنامے کا عنوان ''جادو نگری امریکہ'' ہے۔ جلیس کے سفر ناموں میں ادبی چاشنی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ اور آپ کے سفرنامے اردو سفر نامہ نگاری کی روایت میں عمدہ شاہکار ہیں۔

ابن انشاء ابراہیم جلیس کی سفر نامہ نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ابراہیم جلیس اردو نثر کے مشہور شاعر ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔
بعض لوگ ان کی شاعری کو مبالغے کے معنوں میں لیتے ہیں اور اس میں شک نہیں۔ مبالغہ شاعری

کا ایک ضروری جزو ہے۔ لیکن اصل چیز شاعری میں خوب صورتی اور دل آویزی ہوتی ہے۔ جلیسؔ
کی دوسری تحریروں اور کتابوں کی طرح اس میں بھی وہ جابجا Lyrical ہو گئے ہیں۔ کچھ تو
ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار، پھر موضوع بھی ایسا ہی تھا۔ جو شخص مشرقی پاکستان کی سحر
آفریں سرزمین میں چند دن اس شان سے گزارے گا کہ آج کشتی میں ہے، کل ہوا میں اڑا جارہا
ہے اور پرسوں دھوئیں کی گاڑی چھکا چھک اڑائے لیے جائے۔ اس کا ذہن اور قلم کیوں سرشار اور
کیف بار نہ ہوگا۔‘‘(۶)

ابراہیم جلیسؔ نے رپورتاژ نگاری میں بھی طبع آزمائی کی۔ آپ نے کل تین رپورتاژ تحریر کیے۔ جلیسؔ کا پہلا رپورتاژ ’’شہر‘‘ ۱۹۴۴ء میں تخلیق کیا گیا۔ یہ رپورتاژ جلیسؔ کے قیامِ بمبئی کے دنوں کی یاد دلاتا ہے۔ اس رپورتاژ میں بمبئی کی جیتی جاگتی زندگی کے نقش پائے جاتے ہیں۔ جلیسؔ نے اس رپورتاژ میں بمبئی کی سماجی زندگی کا مکمل نقشہ کھینچا ہے۔

ابراہیم جلیسؔ خوبصورت منظر کی تصویر کشی یوں کرتے ہیں:

’’کبھی بادل کنواری لڑکیوں کی طرح چپکے چپکے رونے لگتے ہیں کبھی جھڑی لگ جاتی ہے تو کبھی
پھوار پڑتی ہے۔ ساری فضا گھٹی گھٹی سارا منظر دھواں دھواں، فٹ پاتھوں پر دوکانوں کے چھجوں
کے نیچے انسانوں کا ایک ریلا ہے جو امڈا آرہا ہے۔ جس پر چھتریاں بلبلوں کی طرح بہہ رہی ہیں۔
بارش رک گئی۔ چھتریوں کے بلبلے پھٹ گئے۔ لوگ باہر سڑکوں پر نکل آئے۔ سڑکیں پھر کلبلانے
لگیں۔ موسم شرابی ہے۔ برسے ہوئے سفید سفید بادل ہواؤں میں ڈول رہے
ہیں۔ سارا شہر ایک جنسی جھرجھری بن گیا ہے۔‘‘(۷)

جلیسؔ کا دوسرا رپورتاژ ’’دو ملک ایک کہانی‘‘ ہے۔ یہ رپورتاژ حیدر آباد پر انڈین فوجی کارروائی سے متعلق ابراہیم جلیسؔ کے دکھی دل کی آواز ہے۔ جلیسؔ نے اس رپورتاژ میں انسان کی انسان کے ہاتھوں بربادی کی داستان رقم کی ہے۔ رپورتاژ ’’دو ملک ایک کہانی‘‘ کا انتساب حمید اختر کے نام ہے۔

ابراہیم جلیسؔ انتساب میں حمید اختر کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’جو موت کی گھنیری چھاؤں میں اپنی بہن کی لاش کندھے پر اٹھائے انسانی لہو کی ہزاروں ندیاں
عبور کرتا اپنا سب کچھ لٹا کر لدھیانے سے لاہور پہنچا۔ لاہور والٹن کیمپ میں ہیضہ اور ملیریا کے
بیچوں بیچ بھی موت پرور دہ زندگی گزارتا رہا۔ مگر جس نے اپنا ذہنی توازن نہیں کھویا۔ جو ایک زلزلہ
اور آغوش زمین پر بھی ثابت قدم رہا۔ جس کے دل میں فرقہ واری تعصب اور مذہبی اور نسلی نفرت
کی ایک چنگاری بھی بھڑک نہ سکی۔ حالانکہ سارا ارض ہمالہ آتشکدہ بنا ہوا تھا۔‘‘(۸)

تقسیم ہند کے بعد انڈین یونین سے آپ کی مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ آپ پاکستان ہجرت کر آئے۔ پاکستان پہنچنے کے بعد آپ نے قلم کو ذریعہ روزگار بنایا۔ آپ نے انقلابی تحریریں لکھنا شروع کر دیں۔ جلیسؔ کو اپنے سوشلسٹ نظریات کی بدولت جیل جانا پڑا۔

ابراہیم جلیسؔ کا تیسرا رپورتاژ "جیل کے دن جیل کی راتیں" جذباتی اسلوب کا حامل ہے۔جلیسؔ نے جیل کی فضا میں جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے تلخ تجربات کو دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔نظر بندی کا یہ تلخ تجربہ ان کی نازک طبیعت پر گراں گزرا۔اس تلخ تجربے نے انہیں ذہنی کرب میں مبتلا کر دیا۔اس رپورتاژ میں ابراہیم جلیسؔ نے جیل کی زندگی اور باہر کی زندگی کے فرق کو محسوس کیا۔انہوں نے جیل کی دنیا اور باہر کی دنیا میں فرق کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔

ابراہیم جلیسؔ کا خیال ہے:

> "یہ جیل ___ پتھروں اور لوہے کی یہ تنگ جیل۔ مجھے اس وسیع وعریض جیل سے اچھی معلوم ہونے لگی۔ جو سونے کی اینٹوں اور چاندی کی سلاخوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ جہاں انسان جینے کیلئے ہر روز مرتا رہتا ہے۔ جہاں زندہ رہنے کیلئے وہ جھوٹ، دھوکہ، خود غرضی اور حیوانیت کے سہارے تلاش کرتا ہے .....جہاں قدم قدم پر انسان کے ہاتھ پاؤں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ جہاں انسان چل نہیں رہا ہے۔ بلکہ پیٹ کے بل رینگ رہا ہے۔" (۹)

ابراہیم جلیس کے تینوں رپورتاژ اپنے موضوع، زبان و بیان اور منفرد اسلوب کے حوالے سے ادب کی تاریخ میں اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔

ابراہیم جلیسؔ نے ناول نگاری میں بھی اپنی طبیعت کو آزمایا۔جلیسؔ کا مشہور ناول ''چور بازار'' اُردو ناول نگاری میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔اس ناول میں ہندوستان کی معاشرت کا ذکر ہے۔ ہندوستان اپنی تہذیب وتمدن کے حوالے سے پوری دنیا میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے، مگر اس کے باشندے غربت اور افلاس کا شکار ہیں۔جلیسؔ کا یہ ناول فنی اور ادبی لحاظ سے ترقی پسند ناول کی تاریخ میں ایک اہم حوالہ ہے۔اس ناول کے تمام کردار ہندوستانی تہذیب وتمدن کی عکاسی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔امین الدین لکھتے ہیں:

> ''جہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے چھوٹے، بڑے، جھوٹے، سچے، ننگے، بھوکے، کالے، گورے، جاہل اور تعلیم یافتہ آدمی تو کروڑوں بستے ہیں لیکن شاید انسان ایک بھی نہیں بستا۔ جہاں غریب انتہائی درجے کا غریب ہے جس کی بھوک اور افلاس کا یہ عالم ہے کہ پہلی تاریخ کو تنخواہ ملنے پر بھی پیٹ کی آگ بجھنے کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔ جہاں بہنیں اپنے بھائیوں کا انتظار کرتے کرتے طوائفوں کے کوٹھوں تک پہنچتی ہیں۔ جہاں بیٹیاں سہاگن بننے کی آس میں یا تو خود بڑھاپے کی دہلیز پار کر لیتی ہیں یا پھر کسی بوڑھے کے پلّے باندھ دی جاتی ہیں۔جن کا محبوب جو کہ جوان ہے، تعلیم یافتہ ہے، محض اس وجہ سے سہرا باندھ کر دہلیز پر نہیں آتا کہ وہ نہ تو اپنی بیوی کو گھر دے سکتا ہے، نہ کپڑا اور نہ روٹی۔لہذا پتھروں کی اونچی دیواروں کے دونوں طرف صرف آہیں، سسکیاں اور کرب ناک چیخیں سنائی دیتی ہیں جو کہ ان کروڑوں تعلیم یافتہ بھوکے انسانوں کو نصیب ہیں۔''(۱۰)

ابراہیم جلیسؔ نے ڈرامہ نگاری میں بھی اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔آپ نے ریڈیو ڈرامہ لکھنے کے ساتھ

ساتھ فلم، اسٹیج اور ٹی وی کیلئے بھی سبق آموز کہانیاں لکھیں۔ آپ نے ریڈیو پاکستان کراچی کے لیے طویل ریڈیائی ڈرامہ سیریل ''سو بات کی ایک بات'' لکھا۔ اس کے علاوہ اسٹیج ڈرامہ ''اجالے سے پہلے'' بھی آپ کی تخلیق ہے۔ آپ نے اپنی تمام کہانیوں میں جن معاشرتی مسائل کی طرف اشارے کیے ہیں۔ موجودہ صدی میں افراد انہی مسائل کا شکار ہیں۔ آپ کے ڈرامے اور کہانیاں عوامیت کی بدولت اُردو ادب میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ ابراہیم جلیسؔ نے اپنے ڈراموں میں زندگی کے تمام موضوعات غربت، بھوک، بے روزگاری اور اقربا پروری پر قلم اٹھایا۔ ابراہیم جلیسؔ لکھتے ہیں:

> ''اس زمین پر اندھیرا ہی اندھیرا چھایا رہے گا۔ اور اس اندھیرے میں ہم جیسے لاکھوں، کروڑوں مظلوم انسان اسی طرح بے عزت ہوتے، رینگتے، سسکتے مر جائیں گے اور میں پوچھتا ہوں کون انسان ایسا ہے جو اس اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ذلیل کام نہیں کرتا۔ میڈم! اندھیرا پھیلتے ہی سارے انسان بے شرم ہو جاتے ہیں۔ ذلیل سے ذلیل کام کرتے ہیں، کیونکہ اندھیرے میں دنیا اندھی ہو جاتی ہے، انسان صرف دنیا کی آنکھوں سے ڈرتا ہے، اس لیے وہ شرافت اور شرم کے رنگ برنگے لبادے اوڑھ کر اپنی مظلومیت، اپنی مجبوری، اپنی بے بسی، اپنے بھوکے پیٹ اور ننگے جسم کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتا ہے''۔ (۱۱)

ابراہیم جلیسؔ نے اپنی تحریروں میں بلا خوف وخطر معاشرتی مسائل کو بے نقاب کیا۔ آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن اپنے قلم کو فروخت نہ کیا۔ آپ کی تخلیقات ابدی زندگی کی ضامن ہیں۔ جلیسؔ کی عظمت کا ستارہ ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ اُن کی عظمت ہمیشہ بڑھتی رہے گی۔ ادبی دنیا میں تبدیلیاں آتی رہیں گی لیکن جلیسؔ کی شہرت دائمی رہے گی۔

وحید قادری جلیسؔ کی عظمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> ''جلیسؔ زندہ ہے، جلیسؔ زندہ رہے گا۔ ابراہیم جلیسؔ کی موت قلم کی موت ہے، ابراہیم جلیسؔ کی موت کتاب کی موت ہے۔ جب تک کتاب اور قلم زندہ ہیں۔ جلیسؔ کیسے مرے گا؟ وہ موم کا بنا ہوا نہیں تھا، پگھل گیا۔ وہ شیشہ کا بنا ہوا نہیں تھا کہ ٹوٹ گیا۔ وہ گوشت پوست کا بنا ہوا نہیں تھا کہ سڑ گیا۔ تو پھر وہ کس چیز کا بنا ہوا تھا؟ برصغیر کا عظیم ادیب، بے مثال کالم نویس، ممتاز صحافی، منفرد مزاح نگار، ابراہیم جلیسؔ کسی ایسی عجیب وغریب چیز کا بنا ہوا تھا جس کے اظہار کے لیے میرے الفاظ لنگڑے لولے اور اپاہج معلوم ہوتے ہیں۔'' (۱۲)

ابراہیم جلیسؔ اردو ادب کی روایت میں اعلیٰ مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔ ابراہیم جلیسؔ اپنے نام کی نسبت سے وقت کے ہر نمرود سے پنجہ آزمائی کرتے رہے۔ جلیسؔ نے اپنی تحریروں میں غریب عوام سے محبت کا اظہار کیا۔ جلیسؔ دکھی انسانوں کے دکھ درد لکھتے لکھتے خود ظلم کا شکار ہوئے۔ جلیسؔ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ لیکن اس کی تحریریں اُسے ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔ جلیسؔ اپنے عمدہ اسلوب اور ترقی پسندانہ فکر کی بدولت منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے ابراہیم جلیسؔ کا اردو ادب میں اعلیٰ مقام ہے۔

حوالہ جات

۱۔ علی سردار جعفری، ترقی پسند تحریک کی نصف صدی، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۱ء)، ص ۲۳

۲۔ ڈاکٹر قمر رئیس، ترقی پسند ادب، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، س۔ن)ص ۳۳۷

۳۔ ہفت روزہ رسالہ، معیار، ص ۳۴

۴۔ قاضی عبدالغفار، مقدمہ: زمین جاگ رہی ہے، ص ۶

۵۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اردو افسانہ اور افسانہ نگار، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، س۔ن)ص ۲۹۰

۶۔ ابن انشاء بنگال میں اجنبی، مشمولہ: ارمغان، ابراہیم جلیس نمبر، ص ۲۸۹

۷۔ ابراہیم جلیس، شہر، ہفت روزہ نظام، (بمبئی: ستمبر ۱۹۴۶ء)، ص ۱۸

۸۔ ابراہیم جلیس، انتساب: دو ملک ایک کہانی، (لاہور، نیا ادارہ، س ن)

۹۔ ابراہیم جلیس، جیل کے دن جیل کی راتیں، (کراچی: مکتبہ جلیس، ۱۹۷۹ء)، ص ۴۶

۱۰۔ ارمغان، ابراہیم جلیس نمبر، ص ۲۳۱۔۲۳۲

۱۱۔ ابراہیم جلیس، اجالے سے پہلے، ص ۷۹۔۸۰

۱۲۔ وحید قادری، ابراہیم جلیس کی لاش پر، مشمولہ: ارمغان، ابراہیم جلیس نمبر، ص ۱۴۸